وضاحت کے ساتھ لکھ دیا ہے۔ اس لیے اب اگر عربی زبان میں ان کا استعمال عموماً نہ ہو تب بھی کوئی نقصان واقع نہیں ہوتا۔ مگر اسالیبِ بیان کا معاملہ بہت مختلف ہے۔ ان کے معانی کہیں ضبط کیے ہوئے نہیں ہوتے بلکہ استعمال سے ہی سمجھ میں آتے ہیں، اور استعمال ترک ہونے کے بعد کسی حد تک وہی لوگ اُن کو سمجھ سکتے ہیں جو اُس دَور کے ادب کا کثرت سے مطالعہ کریں جس دَور میں وہ اسالیب مستعمل تھے یہاں تک کہ ان کا ذوق اُن اسالیب سے مانوس ہو جائے۔

میں نے حروفِ مقطعات کے متعلق یہ جو بات کہی ہے کہ ان کا مفہوم نہ سمجھنے سے کوئی بڑی قباحت واقع نہیں ہوتی، اسے آپ خواہ مخواہ کھینچ کر بہت دُور لے گئے ہیں۔ میرا مطلب صرف یہ ہے کہ یہ حروف چونکہ خطیبانہ بلاغت کی شان رکھتے ہیں، اور ان میں کوئی خاص حکم یا کوئی خاص تعلیم ارشاد نہیں ہوئی ہے، اس لیے اگر آدمی ان کا مطلب نہ سمجھ سکے تو اُس کا یہ نقصان نہیں ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے کسی حکم کو جاننے سے یا کسی تعلیم کا فائدہ اٹھانے سے محروم رہ گیا۔ لہٰذا جب ان کے معنی متعین کرنے کے لیے کوئی اصل ہاتھ نہیں آتا، اور کوئی مستند تشریح بھی نہیں ملتی، تو خواہ مخواہ تکلف سے معنی پیدا کرنے اور تیر تکے لڑانے کی ضرورت نہیں۔ ان کی صحیح مراد خدا پر چھوڑ دیجیے اور کتاب کی اُن آیات پر تدبّر شروع کر دیجیے جنہیں سمجھنے کے ذرائع ہمارے پاس ہیں۔

سر کے بالوں کا جواز و عدم جواز

سوال:۔ آپ نے بعض استفسارات کے جواب میں فرمایا ہے کہ انگریزی طرز کے بالوں کو سر پر چھانا آپ پسند نہیں کرتے، کیونکہ یہ غیر مسلم اقوام کی وضع ہے، تاہم آپ شرعاً اسے قابلِ اعتراض بھی نہیں سمجھتے۔ لیکن بعض علماء اس وضع کو ناجائز خیال کرتے ہیں۔ آپ اگر ترجمان میں اپنی تحقیق کی وضاحت کر دیں تو دوسرے لوگ بھی مستفید ہو سکیں گے۔

جواب:۔ سر کے بالوں کے متعلق شریعت کا حکم اس کے سوا کچھ نہیں ہے کہ حدیث میں "قزع"

کی ممانعت وارد ہوئی ہے۔ قزع کچھ بال مونڈنے اور کچھ رکھنے کو کہتے ہیں۔ یہی چیز ممنوع باللذات ہے اور اسی سے پرہیز کرنا ضروری ہے۔ باقی رہیں دوسری وضعیں تو ان میں سے کسی کے عدم جواز کا ثبوت نہیں ہے، اس لیے وہ سب جائز ہیں، خواہ کوئی سارا سر مونڈ دے، یا سارے سر کے بال کتروالے، یا کچھ کتروالے اور کچھ رکھے، یا نصف کان تک رکھے، یا کان کی لو تک رکھے یا اس سے بھی نیچے تک یہ سب اس لیے جائز ہیں کہ اصولاً جو کچھ ممنوع نہیں ہے وہ مباح ہے۔

بعض لوگ کچھ کترنے اور کچھ رکھنے کو بھی قزع کی تعریف میں لاتے ہیں، مگر یہ نہ اس لفظ کا صریح مدلول ہے اور نہ شارع نے بعینہ اس چیز کو منع کیا تھا۔ اصل ممنوع کچھ مونڈنا اور کچھ رکھنا ہے نہ کہ کچھ کتروانا اور کچھ رکھنا۔ اگر ایک شخص ایک کو دوسرے پر قیاس کر کے ممنوع سمجھے، تو اپنے قیاس پر اسے خود ہی عمل کرنا چاہیے، یا پھر اس شخص کو جو اس کے قیاس کی صحت کا قائل ہو۔ دوسرے کسی شخص کو، جو اس قیاس سے متفق نہ ہو، وہ نہ مجبور کر سکتا ہے کہ وہ اس کا قیاس تسلیم کرے، اور نہ اس بنا پر گنہ گار ٹھہرا سکتا ہے کہ اس نے حکم رسول کے اس معنی کی پیروی کیوں نہ کی جو میں نے اپنے قیاس و استنباط سے بیان کیے تھے

بعض لوگ اس نوعیت کے بالوں کو تشبہ کی تعریف میں لاتے ہیں، مگر وہ اس بات کو بھول جاتے ہیں کہ تشبہ جس سے شارع نے منع فرمایا ہے، صرف اس صورت میں ہوتا ہے جبکہ ایک شخص بحیثیت مجموعی اپنی وضع قطع کافروں کے مانند بنالے۔ غیر مسلموں کے فیشن، لباس، اوضاع میں سے بعض اجزاء کو لے لینا تشبہ کی تعریف میں نہیں آتا۔ ورنہ آخر اس بات کی کیا توجیہ کی جائے گی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے خود رومی جبّہ پہنا ہے، کسروانی قبا پہنی ہے، شلوار کو پسند کر کے خریدا ہے جو ایران سے عرب میں نئی نئی پہنچی تھی اور حضرت عمرؓ نے برنس پہنی ہے جو مسیحی درویش پہنا کرتے تھے۔ لہٰذا جزوی تشبہ کی بنا پر کسی کو گنہ گار ٹھہرانا یا فاسق قرار دینا زیادتی ہے۔ البتہ اگر بالوں کی یہ وضع بھی اسی طرح ممنوع ہوتی جس طرح بڑی بڑی مونچھوں کو مجوس کی وضع کہہ کر منع کر دیا گیا تھا، تو البتہ اس طرح کے بال کتروانے کو گناہ قرار دیا جا سکتا تھا۔

یہاں میں یہ تصریح کر دینا چاہتا ہوں کہ میں اصولاً اس بات کا قائل ہوں، اور اس اصول پر مجھے شدت کے ساتھ اصرار ہے کہ آدمی صرف حکمِ منصوص کی خلاف ورزی سے ہی گنہ گار قرار پا سکتا ہے، قیاس

واستنباط سے نکالے ہوئے احکام کی خلاف ورزی کسی کو گنہ گار نہیں بناتی، بجز اُس شخص کے جو اُس قیاس واستنباط کا قائل ہو۔ اسی طرح مجھے اس بات پر بھی اصرار ہے کہ حرام صرف وہ ہے جسے خدا اور رسول نے بالفاظ صریح حرام کہا ہو، یا جس سے صاف الفاظ میں منع کیا ہو، یا جس میں مبتلا ہونے والے کو سزا کی وعید سنائی ہو، یا نصوص کے اشارات و اقتضاءات سے جن کی حرمت مستنبط ہونے پر اجماع ہو۔ رہیں وہ چیزیں جو قیاس و اجتہاد سے حرام ٹھہرائی گئی ہوں اور جن میں دلائل شرعیہ کی بنا پر دو یا دو سے زیادہ اقوال کی گنجائش ہو، تو وہ مطلقاً حرام نہیں ہیں، بلکہ صرف اُس شخص کے لیے حرام ہیں جو اس قیاس و اجتہاد کو صحیح تسلیم کرے۔ میرے نزدیک اس حقیقت سے اغماض برتنا اُن اہم اسباب میں سے ایک ہے جن کی بنا پر امت کے مختلف گروہوں نے ایک دوسرے کی تضلیل و تفسیق کی ہے۔

ترجمان القرآن

ترجمان القرآن کی جلد ۱، ۲، ۳، ۶، ۷، ۸، ۹، ۱۰، ۱۱، ۱۳، ۱۵، ۲۰، ۲۱، ۲۲، ۲۴ کے متفرق پرچے رباط العلوم الاسلامیہ ۱/۱۲ فریدہ ڈوکراچی کو اپنے ریکارڈ کے لیے مطلوب ہیں۔ یہ ایک لائبریری ہے جہاں ہر شخص مفت مطالعہ کر سکتا ہے۔ پاکستان یا ہندوستان میں جو صاحب مذکورہ بالا جلدوں کے متفرق پرچے قیمتاً دینا چاہتے ہوں وہ ادارۂ مذکورہ سے براہِ راست خط و کتابت فرمائیں۔

"المسلمون"

جو اخوان المسلمون' کا آرگن ہے اور جس پر ترجمان رمضان و شوال ۱۳۷۰ھ کے ص ۱۰۵ پر تبصرہ ہو چکا ہے' پاکستان میں اس کا سالانہ چندہ دس روپے نور محمد، کارخانہ تجارت کتب، آرام باغ کراچی کے پتے پر بھیج کر سال بھر کے لیے رسالہ باقاعدہ حاصل کیا جا سکتا ہے۔ نمونے کا پرچہ بھی ایک روپے میں طلب کیا جا سکتا ہے۔

مطبوعات

الاخوان المسلمون اور ان کی دعوت | تقریر حسن البنا شہید رحمتہ اللہ علیہ۔ ترجمہ از طٰہٰ یٰسین۔ رفیق دار العروبہ راولپنڈی۔ شائع کردہ: مکتبہ چراغ راہ۔ ۹۔ لوٹیا بلڈنگ آرام باغ روڈ کراچی قیمت ایک روپیہ چار آنے

تجدید و احیائے اسلام کی جو روح مسلمانانِ عالم کی نئی نسل میں تقلیدِ مغرب کے تلخ تجربات کے بعد اُبھر رہی ہے، عربی ممالک میں اس کی مظہر مشہور دینی تنظیم "الاخوان المسلمون" ہے۔ اس تنظیم کے داعی حسن البنا شہیدؒ نے یہ تقریر اس کی تاسیس کے دس سال بعد ۱۹۳۶ء میں اس کے پانچویں کھلے اجلاس کے موقع پر کی تھی۔ جماعت "الاخوان المسلمون" اگرچہ آج اس مرحلے سے بہت آگے نکل آئی ہے جس میں وہ اس تقریر کے زمانے میں تھی لیکن یہ تقریر اپنی اصولیت، اپنی جامعیت اور اپنی روحانیت کی وجہ سے آج بھی اس کے لیے مشعلِ راہ ہے۔ اس میں اس تحریک کے اصول و منہاج کو داعی شہیدؒ نے کھول کر پیش کر دیا ہے جس کے لیے اخوان کو جمع کیا گیا تھا۔ اس میں وقت کے بہت سے سوالات اور شکوک و شبہات کا جواب بھی دیا گیا ہے۔ اخوان کا نقطۂ نظر یہ ہے کہ "اسلام دراصل وہی اسلام ہے جو زندگی کے سارے شعبوں اور اس کے تمام مسائل کو محیط ہو۔ (ص۲۳) اور "تمام اسلامی تعلیمات کی اساس اور اس کا سرچشمہ اللہ کی کتاب اور اس کے رسول کی سنت ہے" (ص۲۴) تحریک اخوان کی جامعیت یوں واضح کی ہے کہ: "الاخوان المسلمون ایک سلفی دعوت ہے"۔ "الاخوان المسلمون ایک طریقۂ سنیت ہے"۔ "الاخوان المسلمون ایک حقیقتِ تصوف ہے"۔ "الاخوان المسلمون ایک سیاسی جماعت ہے"۔ "الاخوان المسلمون ایک عسکری تنظیم ہے"۔ "الاخوان المسلمون ایک علمی و ثقافتی انجمن ہے"۔ "الاخوان المسلمون ایک معاشی ادارہ ہے"۔ اور "الاخوان المسلمون ایک اجتماعی فکر ہے" (ص۲۸ تا ص۳۰)۔ پھر اس تقریر میں بتایا گیا ہے کہ اخوان کی دعوت فقہی اختلافات سے دوری، اکابر اور اربابِ جاہ سے بے نیازی، سیاسی جماعتوں اور انجمنوں سے اجتناب، ٹھوس تعمیری اور تدریجی طریقِ عمل، اشتہار و اعلان کے بجائے خاموش عملی کام جیسے امتیازات کی حامل ہے (ص۳۲)۔ یہ وضاحت بھی کی گئی ہے کہ اگرچہ اخوان خدمتِ دین کے